من محاسنها راجيا من الله تعالىٰ حسن الهدية إلى لطائفها فانه نعم المولىٰ و نعم النصير ، لا اله الا هو عليه توكلت و إليه المصير والحمد لله اولا و آخرا باطنا و ظاهرا كما يحب و يرضى.

اللهم صل على سيدنا محمد المصطفى والحبيب المجتبىٰ و على آله و اصحابه و ازواجه و ذرياته و رضى الله عن بقية الصحابة اجمعين. حسبنا الله و نعم الوكيل ، نعم المولىٰ و نعم النصير. تم -

ایم ۔ ذوالفقار علی رانا*

''معلقات اور مستشرقین کی اسلام دشمنی''

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں بازاروں ، منڈیوں اور میلوں کا عام رواج تھا ، جیسے ہمارے ہاں مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں میلے ، منڈیاں اور نمائشیں منعقد ہوتی رہتی ہیں ۔ قریباً تمام عرب کے لوگ وہاں حاضر ہوتے اور ایک منڈی سے دوسری ، دوسری سے تیسری اور اسی طرح آخر تک براہ راست منتقل ہوتے رہتے ۔ ان منڈیوں اور میلوں میں خرید و فروخت کے علاوہ اور بھی کئی مصروفیات ہوتیں بلکہ یہ مواقع تمام قبائل عرب کے لیے اپنے اپنے مفاخر و مناقب ظاہر کرنے کے لیے بہترین تقریب کا کام دیتے تھے ۔ اس قسم کے قریباً بیس میلوں اور منڈیوں کا ذکر کتب ادب میں پایا جاتا ہے جو سال بھر میں منعقد ہوتیں مثلاً سوق دومة الجندل (جہاں یکم ربیع الاول سے آخر ماہ تک میلہ لگتا) پھر سوق ہجر میں آجاتے ۔ اسی طرح سوق عمان ، مشقر ، سحار ، الشحر ، حضرموت ، ذی المجاز ، مجنة ، حباشة وغیرہ مشہور منڈیاں تھیں ۔

سب سے بڑا میلہ حج کے موسم میں مکہ معظمہ سے چند میل کے فاصلے پر مقام نخلہ اور طائف کے درمیان مقام عکاظ پر لگتا ۔ یہ میلہ یکم ذیقعدہ سے ۲۰ تاریخ تک قائم رہتا ۔ بعض نے کہا ہے کہ شوال کا پورا مہینہ یہاں میلہ لگتا ۔ وہاں کچھ چٹانیں تھیں جن کے ارد گرد عرب لوگ طواف کرتے اور حج بھی ادا کرتے ۔ تمام قبائلی معاملات ، تجارتی لین دین ، مذہبی امور اور بڑے بڑے معاملات ہر سال یہیں طے ہوتے ۔ بڑے پیمانہ پر خرید و فروخت ہوتی ۔ شاعروں اور خطیبوں کو بھی اپنا اپنا جوہر کمال دکھانے کا یہیں موقع ملتا ۔ یہیں انہیں قابلیت اور قبول و عدم قبول کی سند دی جاتی ۔ چنانچہ جاہلیت کا مشہور فصیح و بلیغ خطیب قس بن ساعدہ ایادی بھی وہاں اپنا خطبہ دیتا ۔ اس میلہ میں فیصلوں کا اہتمام بنی تمیم کے بعض لوگوں کے سپرد تھا ۔ ان میں سے ایک شخص اقرع بن حابس تمیمی تھا [1]

یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ اس میلہ کے لئے وہ جس مقام پر جمع ہوتے تھے اس کا اصل نام الاثیداء تھا ۔ اسے عکاظ اس لیے کہا جانے لگا کہ یہاں

---

* ریسرچ سکالر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی ۔

۱ ۔ یہ تمام تفصیل اسواق العرب مؤلفہ سعید الافغانی کی کتاب میں مذکور ہے

وہ لوگ مفاخرت میں ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے تھے کیونکہ عکاظ خصمہ کا معنی ہے قہرہ یعنی اس پر غالب آیا[1] صاحب لسان‌العرب نے اور زبیدی نے بھی اس خیال کی تائید کی ہے۔[2]

معلقات کی وجہ تسمیہ

یہ میلہ ہر سال منعقد ہوتا اور ہر سال شعراء وہاں اپنا کلام پڑھتے جو قصیدہ سب سے بہتر اور عمدہ قرار پاتا اسے آب زر سے لکھ کر خانہ کعبہ کی دیواروں پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ تمام لوگ اسے پڑھتے اور آئندہ سال اس سے بہتر قصیدہ لکھنے کے لیے سر مارتے۔ گویا خانہ کعبہ کے پردوں پر کسی نظم کا لٹکایا جانا اس بات کے لیے ایک عام چیلنج تھا کہ اس سے بہتر نظم کون لکھ کر آئندہ سال پیش کرتا ہے۔ ایسے قصائد کی تعداد آخر سات تک پہنچ گئی۔ انھیں دیوار کعبہ پر لٹکائے جانے کے باعث المعلقات اور آب زر سے لکھے جانے کی وجہ سے المذہبات کہا جاتا ہے۔ انھیں السموط (موتیوں کے ہار یا لڑیاں) بھی کہتے ہیں۔ گویا وہ موتیوں کی طرح بیش قیمت ہیں اور چونکہ یہ لمبی لمبی نظمیں ہیں اس لیے انھیں ”القصائد الطوال“ کہا جانے لگا۔

معلقات کی روایت پر اعتراض

ہمیں افسوس اور تعجب ہے کہ بعض مستشرقین جن میں ڈاکٹر نکلسن[3] اور نولڈ کے المانی بھی شامل ہیں۔ اس روایت کے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ان کے اعتراضات یہ ہیں:

۱۔ اس زمانہ میں لکھنے کا رواج بہت کم تھا۔

۲۔ اس امر کا فیصلہ کون کرتا تھا کہ فلاں قصیدہ سب سے افضل ہے اور اس کا معیار کیا تھا؟

۳۔ عرب کا مشہور شاعر اپنے قصیدہ کے خلاف کسی فیصلہ کو کیونکر تسلیم کر سکتا تھا؟

۴۔ خانہ کعبہ پر لٹکائے جانے کا ذکر تو خدا کے کلام میں ہے نہ رسول کی حدیث میں اور نہ کتاب الاغانی ہی میں جو ایک مستند کتاب ہے۔

۱۔ یاقوت، معجم البلدان، ۴: ۱۴۲

۲۔ ابن منظور، لسان العرب، ۷: ۴۴۷-۴۴۸ و تاج العروس، ۵: ۲۵۴

۳۔ نکلسن، تاریخ ادب عربی، ۱۰۱-۱۰۲

ان مستشرقین کا یہ بھی خیال ہے کہ آب زر سے لکھے جانے کی روایت محض لفظ مذھبات سے بنائی گئی ہے جس کے معنی واقعی سونے سے لکھے جانے کے لیے گئے ہیں حالانکہ محاورہ کے طور پر نفیس چیز کو بھی مذھب کہہ دیا جاتا ہے۔

۵۔ معلقات کے لفظ سے خانہ کعبہ پر لٹکائے جانے کی حکایت بنا لی گئی ہے ورنہ حقیقت میں یہ لفظ ''علاق'' سے مشتق ہے جس کے معنی گرانمایہ اور نفیس چیز کے ہیں۔ ان کے خیال میں ان قصائد کو معلقات یا مذھبات بہت مدت بعد کہا جانے لگا۔ شاید جس شخص نے ان سات قصائد کو اشعار جاہلیت کے انبار سے پہلے پہل انتخاب کیا۔ اسی نے ان کو یہ دونوں لقب دیئے اور وہ شخص حماد راویہ تھا جس نے خلیفہ مہدی کے زمانے میں ۱۵۵ ھجری (۷۷۲ء) میں وفات پائی اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ حماد نے ان قصائد کو کن اصول پر چنا۔ جرمن مستشرق نولڈکے کا خیال ہے کہ طول طویل ہونے کے باعث انہیں منتخب کیا گیا۔ اسی لیے ان کو سبع طوال کہا جاتا ہے۔ سبع طوال کی اصطلاح گویا حماد نے اس حدیث سے اخذ کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اعطیت مکان التوراۃ السبع الطوال: وھی البقرۃ وال عمران والنساء والمائدۃ والانعام والاعراف ویوسف (اوالکہف)''[1]

۶۔ سب سے پہلے یہ موضوع روایت ابن عبدربہ (المتوفی ۳۲۸ھ = ۹۴۰ء) نے اپنی کتاب العقدالفرید میں بیان کی اور لغت کے امام ابو جعفر احمد النحاس (المتوفی ۳۳۸ھ=۹۴۹ء) نے جو ابن عبدربہ کا ہم عصر تھا، اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس نے اسے بے بنیاد قرار دیا ہے۔

«یہ تھا مستشرقین کے خیال اور ان کے اعتراضات کا بیان»

اعتراض کا رد

مگر ہم حیران ہیں کہ ان مغربی محققین کو اس روایت میں کیا ایسی انوکھی چیز نظر آئی جو انہیں اس کے درست تسلیم کر لینے سے مانع ہوئی۔ ہم ان تمام اعتراضات کا حسب ذیل جواب دیتے ہیں:

۱۔ سب سے پہلے یہ اعتراض کہ اس زمانے میں لکھنے کا دستور عام نہیں تھا۔ سو اس کے متعلق بلاذری نے فتوح البلدان میں «امرالخط» کی بحث میں صراحت کر دی ہے[2]۔ کہ زمانۂ جاہلیت میں بنی طی کے تین آدمیوں نے عربی خط کو

۱۔ المناوی، شرح الجامع الصغیر، ۱: ۷۶

۲۔ بلاذری، فتوح البلدان ص ۴۵۶ - ۴۵۷

سریانی خط پر قیاس کر کے فن کتابت ایجاد کیا تھا اور آن سے اہل انبار نے یہ فن سیکھا ، پھر اہل حیرہ نے ۔ ان سے بشر بن عبدالملک الکندی السکونی نے کتابت کا طریقہ سیکھا اور وہ مکہ میں کسی کام سے آیا تو سفیان بن امیہ بن عبد شمس اور ابو قیس بن عبد مناف بن زہرہ نے اسے لکھتے ہوئے دیکھ کر درخواست کی کہ وہ انھیں بھی لکھنا سکھا دے چنانچہ اس نے انھیں لکھنے کا طریق سکھایا ۔ عمرو بن زرارۃ نے بھی لکھنا سیکھا اور اسے عمرو الکاتب کہا جاتا تھا ۔ پھر وادیٔ قری کے لوگوں نے بھی کتابت سیکھ لی ۔ چنانچہ بلاذری نے لکھا ہے کہ جب اسلام ظاہر ہوا تو قریش کے سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے۔ پھر بلاذری نے وہ نام گنوائے ہیں۔ الغرض لکھنے کا رواج کم ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ معلقات لکھے نہ گئے ہوں ۔

ڈاکٹر ناصرالدین نے دلائل سے ثابت کیا ہے[1] کہ جاہلیت کے عربوں میں قدیم سے فن کتابت کافی حد تک پھیل چکا تھا اور انھوں نے اپنے بعض اشعار ، اخبار اور انساب لکھ رکھے تھے ۔ پھر ڈاکٹر موصوف نے لکھا ہے کہ جاہلیت کے عرب اپنے اہم اور ضروری معاہدات اور تحریروں کو خانہ کعبہ میں لٹکایا کرتے تھے تاکہ ان تحریروں کی قدر و قیمت اور اہمیت واضح ہو جائے چنانچہ محمد بن حبیب نے بنی خزاعہ کے اس معاہدہ کی نسبت جو انھوں نے عبدالمطلب سے کیا تھا لکھا ہے کہ اسے لکھ کر انھوں نے کعبہ میں لٹکایا ۔ اور اس کو لکھنے والا ابو قیس بن عبد مناف بن زہرہ تھا ۔

بلاذری نے واقدی کی روایت سے لکھا ہے کہ اوس و خزرج کے کچھ لوگ لکھنا جانتے تھے۔ بعض یہود نے بھی کتابت سیکھ رکھی تھی ۔ شروع زمانے میں مدینہ کے بچے بھی اسے سیکھا کرتے تھے ۔ چنانچہ جب اسلام آیا تو اوس و خزرج میں متعدد لوگ لکھنا جانتے تھے اس کے بعد بلاذری نے ان کے نام گنوائے ہیں[2] ۔

زمانہ جاہلیت میں جو شخص تیراکی ، تیر اندازی اور لکھنا تینوں چیزیں جانتا ہوتا اسے «الکامل» کہا جاتا تھا ۔ سو جب تیراکی ، شجاعت اور تیر اندازی میں بے شمار لوگ مشہور تھے تو صرف کتابت جاننے والوں ہی کا انکار کیوں کر ہوسکتا ہے اس لیے یہ اعتراض لغو ہے کہ اس وقت کتابت کا عام رواج نہ تھا ۔

۲- باقی رہا یہ اعتراض کہ جج کون لوگ ہوتے تھے تو ان کا جواب ہمیں ابو عمرو بن العلاء کے بیان میں مل جاتا ہے جو یہ ہے :

«وکانت العرب تجتمع فی کل عام بمکۃ وکانت تعرض اشعارہا علی ہذا الحی من

۱- ڈاکٹر ناصرالدین ، مصادر الشعر الجاہلی ص ٦٦ ، ١٧١

۲- بلاذری ، فتوح البلدان ص ۴۵۹

قریش[1]» -

چونکہ قریش کی زبان فصیح ترین تھی اور وہ تمام قبائل کے نزدیک معزز اور ممتاز تھے اس لیے جج انھی میں سے ہوتے تھے - بعض روایتوں میں نابغہ ذبیانی کا جج ہونا بھی ذکر کیا گیا ہے - چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خنساء شاعرہ نے سوق عکاظ میں نابغہ کو اپنے شعر سنائے جنھیں سن کر نابغہ نے کہا اگر ابھی ابھی مجھے اعشیٰ اپنے اشعار نہ سنا چکا ہوتا تو میں یہ فیصلہ دیتا کہ تم تمام جنوں اور انسانوں میں سب سے بڑھ کر شاعر ہو[2] -

اس روایت کو ابن قتیبہ نے اپنی کتاب الشعرا و الشعراء میں بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ نابغہ کے لیے سوق عکاظ میں ایک سرخ رنگ کا خیمہ نصب کیا جاتا تھا اور شاعر اس کے پاس آ کر اپنے شعر سنایا کرتے تھے[3] -

ابوالفرج الاصفہانی نے بھی الاغانی میں عبدالملک بن قریب الاصمعی سے اس روایت کا ذکر کیا ہے[4] -

۳- کسی قصیدہ کو افضل قرار دینا کیا مشکل بات تھی بالخصوص جب کہ عربوں میں ایک سے ایک بڑھ کر فصیح و بلیغ ادیب تھا - یہ فیصلہ اس وقت کے ججوں پر موقوف تھا جو خود زبردست شاعر تھے - جج کا فیصلہ خواہ اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو ، قانوناً ، رواجاً اور عرفاً سب کے لیے واجب التسلیم ہوتا ہے - خصوصاً جب کہ جج تمام فریقوں کے اتفاق سے مقرر کیے گئے ہوں - اس فیصلہ پر اعتراض کرنے کا حق کسی کو کیوں کر ہو سکتا ہے - جب شروع سے ایک رواج چلا آ رہا تھا تو اس میں کسی کو تبدیلی یا انکار کا کیا اختیار ہو سکتا تھا - زمانۂ جاہلیت میں باہمی جھگڑوں کا فیصلہ چکانے کے لیے بھی تو آخر حکم مقرر ہوتے تھے جن کا فیصلہ سب مانتے تھے خواہ وہ کسی کے خلاف کیوں نہ ہوتا - کیا ایسے ججوں کے نام ادبی کتابوں میں بیان نہیں کیے گئے - مثلاً -

اکثم بن صیفی ، حاجب بن زرارۃ ، اقرع بن حابس ، ضمرۃ بن ضمرۃ ، عامر بن الظرب ، غیلان بن سلمۃ ، ہاشم بن عبد مناف ، عبدالمطلب بن ہاشم ، ابو طالب بن عبدالمطلب ، عاص بن وائل ، عمرو بن حممۃ ، الحارث بن عبید اور ذوالاصبع

۱- بغدادی ، خزانۃ الادب ۱ : ۶۱

۲- اسواق العرب ص ۳۱۵ - ۳۱۶

۳- ابن قتیبہ ، الشعر و الشعراء ۱ : ۱۱۹

۴- الاغانی ۸ : ۱۸۷

العدوانی وغیرہ[1] ۔

۴ ۔ خانہ کعبہ پر لٹکائے جانے کا دستور بھی کوئی قابل تعجب امر نہیں ۔ کفار مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کو پناہ دینے والوں یعنی بنی ہاشم اور بنی مطلب سے مقاطعہ کرنے کے باہمی معاہدہ کرلیا تھا کہ وہ ان لوگوں سے کوئی لین دین یا سروکار نہیں رکھیں گے اور یہ معاہدہ تحریر کر کے انہوں نے خانہ کعبہ کی چھت پر لٹکایا تھا جس کا ذکر کتب سیرت و تاریخ میں موجود ہے[2] ۔

اس واقعہ سے کم از کم یہ تو ثابت ہو جاتا ہے کہ اس زمانہ میں عرب لوگ اہم امور اور معاملات کو لکھ کر خانہ کعبہ پر لٹکانے کے عادی تھے ۔ اسی طرح روایات میں آیا ہے کہ جب سورۂ کوثر نازل ہوئی تو اسے لکھ کر چیلنج کے طور پر خانہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکایا گیا تھا ۔ اگرچہ یہ دونوں واقعات ابتدائی اسلامی زمانہ کے ہیں لیکن عقل کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر اس طرح لٹکائے جانے کی رسم ان کے ہاں پہلے سے موجود نہ ہوتی تو یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی اور مخالف فریق والے ضرور اس کا مضحکہ اڑاتے مگر ایسی بات کا کہیں نشان نظر نہیں آتا ۔

امرؤ القیس کا قصیدہ سب سے پہلی نظم ہے جو خانہ کعبہ پر لٹکائی گئی تھی اور امرؤ القیس کا زمانہ اسلام سے بہت پہلے کا نہیں کیونکہ اس کی وفات ۵۴۵ء یعنی ہجرت سے صرف ۸۰ سال پہلے ہوئی ہے ۔ ہجرت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے ۵۳ ویں سال میں کی ۔ گویا حضور اکرم کی ولادت اور امرؤ القیس کی وفات کے درمیان صرف ۲۷ سال کا فرق ہے ۔ یہ فرق بالکل معمولی ہے اس لیے قیاس یہ ہے کہ امرؤ القیس کے زمانہ میں عرب میں کتابت کا رواج اس قدر نادر نہیں تھا کہ اس کی ایک نظم کا لکھا جا سکنا ناممکن ثابت ہو سکے ۔ باقی معلقات تو پھر ہیں ہی اس زمانہ کے بعد کے متعلق جب کہ کتابت رفتہ رفتہ ترقی کرتی گئی ۔ اس لیے ان کا لکھا جا سکنا اور بھی سہل اور قرین قیاس ہو جاتا ہے ۔

اس لٹکائے جانے کی رسم کی بنا پر خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بعد اپنی ولی عہدی کے متعلق اپنے دونوں بیٹوں مامون اور امین کے بارے میں ایک تحریر لکھی تھی جسے خانہ کعبہ کے پردوں پر لٹکائے جانے کا حکم دیا تھا تا کہ وہ عام طور پر شائع ہو جائے اور لوگ اس کے تسلیم کرنے میں پس و پیش نہ کریں[3] ۔ اس سے یہ

۱۔ ابن حبیب ، کتاب المحبر ، ص ۱۳۲ - ۱۳۷ ، و بلوغ الارب ۱ : ۳۰۸ - ۳۳۸

۲۔ ابن ہشام ، السیرۃ النبویۃ ۱ : ۳۷۵ - ۳۷۶

۳۔ الطبری ، تاریخ الرسل و الملوک ۸ : ۲۷۷ - ۲۷۸

بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اہم معاملات اور ایسے امور کو جنھیں وہ شہرت دینا چاہتے تھے لکھ کر خانہ کعبہ پر لٹکا دیا کرتے تھے۔

سو جب اور قسم کے معاہدات اور اہم تحریرات کا کعبہ پر لٹکایا جانا ثابت ہے تو شاعری کا عربوں کے دلوں میں جو اہم مقام تھا وہ بدرجہ اولیٰ اس امر کا مقتضی تھا کہ ان قصائد کو بھی اہم جان کر کعبہ پر آویزاں کیا جاتا۔ اس سے کعبہ کے تقدس میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ تقدس میں فرق آنے کا سوال اس صورت میں پیدا ہو سکتا تھا کہ عرب شاعری کو برا خیال کیا کرتے یا اس ملکہ کی مذمت کرتے ہوتے حالانکہ جیسا مؤرخین نے بیان کیا ہے۔ شاعری تو ایک باعث فخر چیز تھی اور اچھے شاعر کے ظاہر ہونے پر اس کے قبیلے کو لوگ مبارک باد دیا کرتے اور خوشیاں منائی جاتی تھیں[۱]۔ اس لیے ثابت ہے کہ شاعری کی سب باتوں سے بڑھ کر اہمیت تھی اور اسے ایک اچھی چیز خیال کیا جاتا تھا جس پر وہ فخر کیا کرتے تھے۔

سید محمود شکری الوسی بغدادی (المتوفی ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء) نے بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب میں سوق عکاظ کے بیان میں لکھا ہے[۲]۔

وکانوا یتبا یعون فیھا و یتعاکظون و یتفاخرون و یتحا جون و تنشد الشعراء ما تجدد لھم وقد کثر ذلک فی اشعار ہم کقول حسان:

سانشران حییت لھم کلاما   ینشر فی المجامع من عکاظ[۳]

و فیھا علقت القصائد السبع الشھیرۃ افتخاراً بفصاحتھا علی من یحضر الموسم من شعراء القبائل الی غیر ذلک۔

اس سے معلوم ہوا کہ سوق عکاظ میں شاعر لوگ اپنے قصیدے پڑھا کرتے تھے اور یہ قصیدے لٹکائے گئے تھے۔ حضرت حسان کے مندرجہ بالا شعر سے بھی اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ سوق عکاظ میں اشعار کا پڑھا جانا اس وقت بہت اہم سمجھا جاتا تھا۔ یہ شعر حسان بن ثابت نے اس قصیدہ کے جواب میں لکھے تھے جو اُن کی ہجو میں امیہ بن خلف الخزاعی نے کہے تھے اور جن میں سے ایک شعر یہ تھا۔

الا من مبلغ حسان عنی   مغلغلۃ تدب الی عکاظ[۴]

اس شعر سے بھی مندرجہ بالا خیال کی تائید ہوتی ہے۔

۱- السیوطی، المزھر ۲ : ۴۸۰، ابن رشیق، العمدۃ ۱ : ۶۵

۲- بلوغ الارب ۱ : ۲۶۴

۳- دیوان حسان، ص ۲۴۲

۴- دیوان حسان، ص ۲۴۲

اب رہا مستشرقین کا یہ اعتراض کہ اس روایت کا قرآن یا حدیث میں ذکر نہیں ۔ سو معلوم ہوتا ہے کہ معترضین نے قرآن و حدیث کو شاعری کی تاریخ کا مخزن سمجھ رکھا ہے ۔ یہ اعتراض تو انتہائی مضحکہ خیز اور معترضین کی جہالت اور کوتاہ نظری کا نتیجہ ہے ۔ بھلا قرآن و حدیث کو ایسی باتوں سے کیا تعلق ہے ۔ کیا عربوں کی ہر اچھی بری بات کا ذکر قرآن یا حدیث میں آ جانا ضروری تھا ؟ قرآن و حدیث لوگوں کی ہدایت اور اخروی نجات کا رستہ بتانے کے لیے ہیں یا قصہ کہانی اور شعر و شاعری کی تاریخ بیان کرنے کے لیے ؟ قرآن و حدیث ایسی باتوں کو کچھ اہمیت نہیں دیتے جن کا تعلق انسان کی نجات سے نہ ہو ۔ ہاں کسی بات کے سلسلہ میں ضمناً اگر اس قسم کی کسی بات کا ذکر آ گیا ہو تو وہ صرف اس نقطۂ نظر سے ہے کہ وہ ایک مسلمان کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہو ، جس سے اس کا دنیوی یا اخروی نفع یا نقصان وابستہ ہو ۔ معلقات خانہ کعبہ پر لٹکائے گئے یا نہیں اس بحث پر نہ تو ایک مسلمان کی دنیوی زندگی میں کسی نفع یا نقصان کا مترتب ہونا منحصر ہے اور نہ اخروی زندگی میں اس سے کوئی نفع یا نقصان متصور ہو سکتا ہے اس لیے اس کا ذکر قرآن و حدیث کے موضوع سے خارج ہے ۔ اس اعتراض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معترضین نے قرآن و حدیث کو ایک عام دینوی کتاب کی طرح رطب و یابس واقعات کی کھتونی خیال کر رکھا ہے ۔ دراصل یہ ایک نیش زنی ہے ، جس سے قرآن و حدیث کی تنقیص اور تذلیل مقصود ہے جو ہمیشہ سے عیسائی قوموں کا شیوہ رہا ہے ۔ خذلھم اللہ

۵- ڈاکٹر ناصرالدین اسد نے اپنی کتاب «مصادر الشعر الجاہلی» میں لکھا ہے[1] کہ ابن النحاس کا یہ کہنا کہ حماد روایۃ نے سبع طوال کو جمع کیا ، اس امر کی دلیل نہیں کہ یہ قصیدے اس سے پہلے موجود نہ تھے یا وہ لکھے اور لٹکائے نہیں گئے تھے ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تمام دیوان جن کو مختلف راویوں اور ادیبوں مثلاً ابو عمرو بن العلاء ، ابو عمرو الشیبانی ، المفضل الضبی ، السکری ، الاصمعی اور ثعلب وغیرہ نے جمع کیا ہے ۔ ان سے پہلے غیر موجود تھے ۔ مگر یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جو کسی نے نہیں کیا اور نہ اس کے کچھ معنی ہیں ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حماد جاہلی اشعار کو جمع کرتا تھا اور اس کے سامنے ان دیوانوں کے کئی نسخے موجود تھے ۔ سو اگر مطلب یہ ہے کہ حماد نے ان سات قصائد کو ایک جگہ جمع کر دیا تو یہ امر ان کے آویزاں کیے جانے کو باطل نہیں کر سکتا ۔ اس طرح بعض اموی خلفاء بھی شعر جاہلی کو جمع کرنے اور لکھنے کا شوق رکھتے تھے جیسا کہ عبدالملک کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس نے ان معلقات کو جمع کیا

۱- ڈاکٹر ناصرالدین ، مصادر الشعر الجاہلی ، ص ۱۷۰

اور ان میں سے چار شاعروں کو نکال کر مزید شاعروں کو ان کی جگہ رکھ دیا۔ اسی طرح امیر معاویہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ انہوں نے کہا عمرو بن کلثوم اور حارث بن حلزۃ کے قصیدے مفاخر عرب میں سے ہیں اور وہ مدت تک کعبہ میں لٹکتے رہے۔ اس سے ثابت یہ ہوا کہ حماد سے کافی عرصہ پہلے لوگ معلقات کو جانتے تھے اور وہ لکھے گئے اور وہ حماد سے پہلے کعبہ پر لٹکائے گئے تھے۔

٦- مستشرقین کا یہ کہنا کہ خانہ کعبہ پر آویزاں کیے جانے کا ذکر سب سے پہلے ابن عبد ربہ نے العقد الفرید میں کیا ہے درست نہیں کیونکہ ابن عبد ربہ کا سال وفات ۳۲۸ھ ہے حالانکہ ہشام ابن الکلبی نے اس سے پہلے واضح الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن الکلبی، ابن عبد ربہ سے کافی عرصہ پہلے یعنی ۲۰۴ھ میں فوت ہوا۔

چنانچہ معلقات کے بارے میں ابن الکلبی کا بیان حسب ذیل ہے:

«فاول شعر علق فی الجاہلیۃ شعر امرئ القیس۔ علق علی رکن من ارکان الکعبۃ ایام المواسم حتی نظر الیہ ثم احدر فعلقت الشعراء ذلک بعدہ وکان ذلک فخراً للعرب فی الجاہلیۃ و عدد من علق شعرہ سبعۃ نفراً الا ان عبدالملک طرح شعراربعۃ منھم واثبت مکانھم اربعۃ[۱]»

ابن الکلبی کے علاوہ ہر زمانہ کے بڑے مستند علمائے ادب اس روایت کی تحقیق و تائید کرتے چلے آئے ہیں۔ مثلاً ابو عمرو بن العلاء (المتوفی ۱۵۴ھ) ابن عبد ربہ (التموفی ۳۲۸ھ) ابن رشیق (المتوفی ۴۶۳ھ) ابن خلدون (المتوفی ۸۰۸ھ) السیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) عبدالقادر البغدادی (المتوفی ۱۰۹۳ھ) وغیر ھم۔ یہ تمام ادیب بہت معتبر اور ادب عربی کے ستون ہیں۔ صرف ایک ابوجعفر النحاس کے بیان کو صحیح سمجھ لینا اور باقی چھ مستند علماء کے متفقہ خیال کو رد کر دینا انصاف کا خون کرنا ہے بالخصوص جب کہ نحاس نحو یا لغت میں تو امام مانا جاتا ہے مگر ادب یا شعر اور تنقید میں وہ مذکورہ بالا علمائے ادب و تنقید کے مقابلہ پر کوئی درجہ نہیں رکھتا۔ ابن عبد ربہ بڑا زبردست ادیب اور شاعر ہے۔ ابن رشیق خود بڑا شاعر اور ایک خاص مرتبہ کا نقاد ہے اور ابن خلدون نہ صرف بڑا مؤرخ بلکہ سخت نقاد اور فلاسفر بھی ہے۔ اس نے تاریخ کے تمام واقعات کو کڑی تنقید کی نظر سے پرکھا ہے اور بعض واقعات کی صحت سے تحقیق کے بعد انکار کر دیا ہے۔ مگر معلقات کے کعبہ پر آویزاں کیے جانے کی روایت کی اس نے بھی توثیق کی ہے۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے ابو جعفر نحوی کی ایک روایت کا کوئی مقام باقی نہیں رہ جاتا۔ علاوہ ازیں جمہور مستشرقین نے خود اس روایت کی صحت کو مانا ہے جن کا ذکر نکلسن نے

۱- عبدالمنعم الخفاجی، الحیاۃ الادبیۃ فی العصر الجاہلی، ص ۲۵۷

کیا ہے - ایسے مستشرقین میں یہ لوگ شامل ہیں -

1. Reiske فرانسیسی (اٹھارویں صدی عیسوی)
2. Sir William Jones انگلستانی (المتوفی ۱۷۹۴ء)
3. De Sacy فرانسیسی (المتوفی ۱۸۳۸ء)

ان کے علاوہ جرجی زیدان (المتوفی ۱۹۱۴ء) عیسائی مورخ نے بھی ابوجعفر نحاس کے قول کو بزور رد کیا ہے -[۱]

عیسائی قوم کا تعصب اور اسلام دشمنی

دراصل یہ ان کج فطرت دشمنان اسلام کی ایک گہری تدبیر ہے - معلقات کے بارے میں اس روایت کو غلط کہنے سے ان کا اصل مقصود قرآن و حدیث کا مشکوک ہونا بیان کرنا ہے تاکہ جب آہستہ آہستہ معلقات کے بارے میں ایک مسلمہ روایت غلط ثابت ہو جائے تو پھر ذرا آگے قدم بڑھا کر یہ کہا جا سکے کہ اسی طرح قرآن و حدیث کی روایت بھی غلط ہوتی چلی آئی ہے اور وہ اپنی اصلی صورت میں موجود نہیں - مصر کے بعض جدید نام نہاد عربی علماء نے بھی بحکم کل جدید لذیذ مستشرقین کے اس خیال پر آمنا و صدقنا کہنا شروع کر دیا اور بزعم خود بڑے محقق ہونے کا دعویٰ کرنے لگے - طہٰ حسین نے تو تقریباً تقریباً تمام جاہلی شاعری کو محض موضوع اور غلط قرار دیا ہے لیکن ہر فرعونے را موسیٰ - الحمد للہ کہ اس کے ہم وطنوں نے ہی اس کا منہ توڑ جواب دیا ہے اور اس کی کتاب «الادب الجاہلی» پر کڑی تنقید کر کے اس کا جواب کتابی صورت میں طبع کر دیا ہے -

کتاب الاغانی میں بے شک زمانۂ جاہلی اور اسلامی کے بیشتر شعراء کے حالات اور ان کی شاعری کا ذکر آیا ہے مگر اس میں بھی سب کے حالات اور تمام باتوں کا ذکر نہیں - کیا ہر وہ بات جس کا ذکر اغانی میں نہیں آیا ضرور غلط ہی ہے ؟ اوپر اغانی کی وہ روایت بیان ہو چکی ہے[۲] - جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سوق عکاظ میں نابغہ ذبیانی کو اس زمانے کے شعراء اپنا کلام سنایا کرتے تھے اور وہ ان کے اچھے برے ہونے کا فیصلہ کیا کرتا تھا - ابو الفرج الاصفہانی یعنی اغانی کا مؤلف ۳۵۶ھ میں فوت ہوا ہے - اس وقت تک ابن الکلبی ، ابو عمرو بن العلاء اور ابن عبدربہ وغیر ہم علماء جنھوں نے معلقات کے آویزاں کیے جانے کو مانا ہے فوت ہو چکے

۱- جرجی زیدان ، تاریخ آداب اللغة العربیة ۱ : ۱۰۵ - ۱۰۶
۲- ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸۱ حاشیہ نمبر ۴

تھے اور ان کے اس خیال کی اشاعت عام ہو چکی تھی اس لیے صاحب اغانی نے اس کی توثیق یا تائید کو ضروری نہ سمجھا ہو گا۔ اگر اس کے نزدیک یہ روایت غلط ہوتی تو جہاں اس نے نابغہ کے جج بننے کا ذکر کیا تھا وہاں اس روایت کی تردید بھی کر سکتا تھا۔ مگر اس نے نہ اس کی تائید کی اور نہ تردید، اس لیے یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا خیال کیا تھا تاہم اس کا خاموش رہنا اس امر کی زیادہ دلیل ہے کہ وہ اس کو درست جانتا تھا۔ بہرکیف اغانی میں صراحت سے اس روایت کا ذکر نہ ہونا مخالفین کو سچا ثابت نہیں کر سکتا۔ بلکہ ہم الزامی طور پر یہ کہیں گے کہ ایک مشہور روایت کو صاحب اغانی نے بیان کرنے کی ضرورت اس لیے نہیں سمجھی کہ وہ ایک عام اور معمولی خبر تھی جو سب کے نزدیک مسلم تھی۔ اگر وہ اسے غلط سمجھتا تو اس کا رد کرنا اس کے لیے ضروری تھا۔ حالانکہ اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کی بیان کردہ روایت ہمارے مقصود کو زیادہ ثابت کرتی ہے۔

یہ تھا ان مدعیان تحقیق کے ڈھول کا پول اور ان کے لایعنی اعتراضات کا جواب جس سے ان کے تمام لچر اعتراضات کا تار و پود بکھرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اب ان کے مقابلہ میں علمائے ادب محقق نقادوں کی رائے بھی سن لیجیے۔

مستند علماء کی تحقیق کا خلاصہ

ابو عمرو بن العلاء اور ابن الکلبی کی روایتوں کے علاوہ جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

ابن عبدربہ کے الفاظ یہ ہیں:

«وقد بلغ من کلف العرب بالشعر و تفضیلها له ان عمدت الی سبع قصائد تخیرتها من الشعر القدیم فکتبتها بماء الذهب فی القباطی المدرجة و علقتها باستار الکعبة فمنه یقال مذهبة امرئ القیس و مذهبة زهیر والمذهبات سبع یقال لها المعلقات[۱]»

ابن عبدربہ کے ان الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام معلقات بیک وقت لکھ کر خانہ کعبہ پر لٹکائے گئے تھے۔

ابن رشیق نے لکھا ہے:

«وکانت المعلقات تسمی المذهبات و ذلک انها اختیرت من سائرالشعر القدیم فکتبت فی القباطی بماء الذهب و علقت علی الکعبة فلذلک یقال مذهبة فلان اذا کانت اجود شعره»۔

۱۔ ابن عبدربہ، العقد الفرید ۳ : ۳۸۷

پھر وہ کہتا ہے :

«وقیل کان الملک اذ استجیدت قصیدۃ لشاعر یقول علقوا لناھذہ لتکون فی خزانته[1]»

یہ آخری الفاظ قابل غور ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ ابن رشیق کی اپنی رائے تو یہی ہے کہ ان قصائد کو خانہ کعبہ پر آویزاں کیا گیا تھا مگر وہ کہتا ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب بادشاہ کسی نظم کو پسند کرتا تو کہتا تھا کہ اس کو لٹکا دو ۔ اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ وہ نظم اس کے خزانہ میں جمع رہے - اس رائے کو «قیل» کے لفظ سے بیان کیا ہے اور عربی کا اصول یہ ہے کہ «قیل» تمریض یعنی کسی رائے کے کمزور اور ضعیف ہونے کے اظہار کے لیے لایا جاتا ہے -

سیوطی نے المزھر میں ابن رشیق کی رائے نقل کر کے اس سے اتفاق کیا ہے[2] - ابن خلدون کے الفاظ ملاحظہ ہوں :

اعلم ان الشعرکان دیوان العرب ـ فیه علومھم و اخبارھم و حکمھم وکان رؤساء العرب منافسین فیه و کانوا یقفون بسوق عکاظ لانشادہ و عرض کل واحد منھم دیباجته، علی فحول الشأن واھل البصر لتمییز حوله حتی انتھوا الی المباھاۃ فی تعلیق اشعارھم بارکان البیت الحرام موضع حجھم و بیت ابراھیم کما فعل امرؤ القیس بن حجر و النابغة الذبیانی و زھیر بن ابی سلمی و عنترۃ بن شداد و طرفة بن العبد و علقمة بن عبدۃ والاعشی وغیرھم من اصحاب المعلقات السبع ـ فانه انما کان یتوصل الی تعلیق الشعر بھا من کان له قدرۃ علی ذلک بقومه و عصبیته و مکانه فی مضر علی ما قیل سبب تسمیتھا بالمعلقات[3]»

اب آخر میں عبدالقادر البغدادی کی رائے بھی سن لیجیے :

و ''معنی المعلقة ان العرب کانت فی الجاھلیة یقول رجل منھم الشعر فی اقصی الارض فلایعبأبه ولاینشدہ احد حتی یأتی مکة فی موسم الحج فیعرضه علی اندیة قریش فان استحسنوہ روی وکان فخراً لقائله و علق علی رکن من ارکان الکعبة حتّی ینظرالیه و ان لم یستحسنوہ طرح ولم یعبأبه ـ واول من علق شعرہ فی الکعبة امرؤالقیس و بعدہ علقت الشعراء وعدد من علق شعرہ سبعة ـ ثانیھم طرفة بن العبد ـ ثالثھم زھیر بن أبی سلمی رابعھم لبید بن ربیعة ـ خامسھم عنترۃ ـ ساد سھم الحارث بن حلزۃ ـ سابعھم عمروبن

۱- ابن رشیق ، العمدۃ ۱ : ۹۶

۲- السیوطی ، المزھر ۲ : ۴۸۰

۳- ابن خلدون ، مقدمة ص ۵۸۰ - ۵۸۱

كلثوم التغلبي ـ هذا هو مشهور" ۱

ان علمائے ادب کے متفقہ فتویٰ کے بعد مزید تحقیق اور بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمارے نزدیک اس روایت کو قبول نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں بلکہ اس کے خلاف عقلی اور نقلی دلائل اور براہین موجود ہیں۔ اس لیے یہ روایت نہ صرف روایت بلکہ درایت دونوں کے اصولوں کے مطابق بالکل درست ہے اور عربوں کی شاعری سے دلچسپی اور اہمیت کے ساتھ ساتھ ان کے رسوم و رواج اور فطرت کے بھی عین مطابق ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

معلقات کی اہمیت

بہر کیف معلقات کی اہمیت سب کے نزدیک ایک مسلم چیز ہے جس سے نہ متقدمین نے انکار کیا ہے اور نہ متأخرین نے۔ مشرقی اور مغربی علماء سب ان کا لوہا مانتے ہیں۔ یہ قصائد عربی جاہلی شاعری کا بہترین نمونہ اور فصاحت و بلاغت کا مرقع خیال کیے جاتے ہیں۔ ان سے عربوں کے بارے میں ہمیں بیش بہا ذخیرۂ معلومات دستیاب ہوتا ہے۔ ان کی قدیم تاریخ ، باہم قبائلی تعلقات ، ان کی جنگوں کے حالات ، رسوم و رواج ، تمدن و معاشرت ، تہذیب ، مذہبی اور اخلاقی امور۔ الغرض زندگی کے ہر پہلو پر وضاحت سے روشنی پڑتی ہے۔ اس زمانہ کی زبان اور مختلف پیرایہ ہائے بیان کا بھی خوب اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی ذہنی اور نفسیاتی حالت بھی واضح ہوتی ہے۔ عربی ادب کے ایک طالب علم کے لیے یہ قصائد بنیادی مطالعہ کا حکم رکھتے ہیں۔ ان کو اچھی طرح سمجھ کر پڑھے بغیر عربی ادب کا صحیح مذاق پیدا نہیں ہوسکتا اور نہ عربی زبان کی وسعت ، فصاحت و بلاغت اور اس کی خوبیوں کا اندازہ ہی ہوسکتا ہے۔ حماسہ میں تو جاہلی اور اسلامی دونوں زمانوں کے اشعار کے نمونے موجود ہیں اور وہ صرف قطعات کی صورت میں منتخب اشعار ہیں اس لئے خالص عربی جاہلی شاعری کا بہترین ذخیرہ یہی معلقات ہیں۔

معلقات کی تعداد

معلقات کی تعداد اور ان کے شعراء میں کچھ اختلاف ہے۔ صاحب جمهرة اشعار العرب یعنی محمد بن ابی الخطاب ، ابوزید القرشی (المتوفی ۱۷۰ھ) کے نزدیک ان کی تعداد آٹھ ہے۔[۲]

۱۔ امرؤالقیس ، ۲۔ زهیر ابی سلمیٰ ، ۳۔ نابغہ ذبیانی ، ۴۔ اعشیٰ ،
۵۔ لبید ، ۶۔ عمرو بن کلثوم ، ۷۔ طرفہ بن العبد ، ۸۔ عنترة بن شداد

ابو زکریا تبریزی (المتوفی ۵۰۲ھ) نے ۱۔ عبید بن الابرص کے قصیدہ اور ۲۔

۱۔ البغدادی ، خزانة الادب ، ۱ : ۶۱

۲۔ ابو زید القرشی ، جمهرة اشعار العرب ص ۹۳

حارث بن حلزة کے قصیدہ کو بھی ان کے ساتھ ملا کر کل تعداد دس بتاتی ہے۔[۱]

ابو عبیدة نے یہ سات نام گنوائے ہیں[۲]

۱۔ امرؤالقیس ، ۲۔ زھیر ، ۳۔ نابغہ ، ٤۔ اعشیٰ ،
۵۔لبید ، ٦۔ عمرو بن کلثوم ، ۷۔ طرفة ۔

مفضل ضبی کہتا ہے کہ جو یہ کہے کہ ان سات کے علاوہ بھی کسی کا قصیدہ السموط میں شامل ہے وہ جھوٹا ہے ۔[۳]

گویا ابوعبیدة کی اس روایت کے مطابق عنترة اور حارث بن حلزة کے قصیدے معلقات میں شامل نہیں بلکہ ان کی بجائے اعشیٰ اور نابغہ کے قصیدے شامل ہیں عام روایت کے مطابق جس پر نکلسن کو بھی اتفاق ہے۔ سبع معلقات کے شعراء حسب ذیل ہیں ۔

۱۔ امرؤالقیس ، ۲۔ طرفة ، ۳۔ زھیر ، ٤۔ لبید ،
۵۔ عمرو بن کلثوم ، ٦۔ عنترة ، ۷۔ حارث بن حلزة ۔

اگر مندرجہ بالا تمام روایات کے شعراء کو اصحاب معلقات مان لیا جائے تو پھر معلقات کی تعداد دس تک پہنچ جاتی ہے جیسا کہ تبریزی نے بیان کیا ہے ۔
واللہ اعلم بالصواب ۔

معلقات کی شروح

معلقات کی ادبی ، تاریخی اور تمدنی و ثقافتی اہمیت کے پیش نظر متعدد علماء نے ان کی شرحیں لکھی ہیں ، جن میں سے زیادہ مشہور اور اہم حسب ذیل ہیں :[٤]

۱۔ ابوبکر عاصم بن ایوب البطلیوسی ، التوفی ٤٦١ھ
۲۔ ابوبکر محمد بن القاسم الانباری، المتوفی ۳۲۸ھ (اس شرح کا نام شرح القصائد السبع الطوال الجاھلیات ہے ۔)
۳۔ ابوجعفر احمد بن محمد النحاس النحوی ، المتوفی ۳۳۸ھ
٤۔ ابوعلی اسمعیل بن قاسم القالی مولف الامالی ، المتوفی ۳۵٦ھ
۵۔ الامام القاضی ابوعبداللہ الحسین بن احمد بن الحسین الزوزنی ، المتوفی ٤۸٦ھ

۱۔ البغدادی ، خزانة الادب ۱ : ٦۱
۲۔ السیوطی، المزھر ۲ : ۴۸۰
۳۔ نفس المکان.
٤۔ ان میں سے اکثر کا ذکر حاجی خلیفه نے کشف الظنون ۲ : ۱۷۴۰ - ۱۷۴۱ ، میں کیا ہے